ولانا وجدی الحسینی

قسط

عربی ہی اُمُّ الالسنہ کیوں؟

قُدرت نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر جملہ حیوانات سے سربلند بنایا فضیلت کا تاج پہنا کر سرافرازی بخشی۔ لیکن قفل دکان کا سرمایۂ امتیاز خود اس کے منہ میں رکھ دیا۔ بتیس دانتوں کے بیچ میں گوشت کا یہ لوتھڑا ہر وقت انسانی علم و ہنر، فضیلت و قابلیت کا اظہار کرتا رہتا ہے "زبان" جو خدا کی قدرت کاملہ، حکمت بالغہ کی ترجمان ہے، حضرت انسان کے امتیازی نشان کی حیثیت سے اس کی رفعت وعظمت کے گن گاتی رہتی ہے نطق و بیان ہی انسان کو حیوان کے دیگر انواع سے امتیاز بخشتی اور اس کی اشرفیت کا پھریرا ہر جگہ اڑاتی رہتی ہے، قوت نطق ہی وہ خط فاصل ہے جو انسانیت حیوانیت سے بالکل جدا کر دیتا ہے۔

بندر اور بن مانس کے ہزارہا سال کا ارتقاء بھی ان کو اظہار خیال کے معاملہ میں انسانی سرحد کے قریب لاسکنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ڈارون کے مزعومہ نظریہ کے مطابق حیوان و انسان کی درمیانی کڑیاں جو سلسلۂ کائنات سے گمشدہ ہیں قطعاً امید نہیں کی جاسکتی کہ ان کا کوئی پتا لگ سکے گا۔ دل کو بہلانے کے لیے نظریات کے سہارے خلا میں کتنے ہی ہاتھ پیر مارے جائیں

لیکن مقصد و مدعا کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔

جو لوگ بے خدا کے کارخانۂ عالم کو چلانے کا باطل منصوبہ اپنے زور دماغی، دھینگامشتی سے ذہنوں میں بنانا چاہتے ہیں۔ ان کو یقین کرنا چاہیے کہ ڈرائیور اور کنٹرولر کے بغیر تمہاری چلائی ہوئی گاڑی کسی گہرے کھڈ میں گر کر رہے گی۔

اپنے پیدا کرنے والے کی رحمتوں، مہربانیوں سے بیگانہ ہوکر جب بھی مسائل حیات و کو سوچنے والوں نے سوچا ہے، ہمیشہ ان کو نادانیوں، بے عقلیوں کا شکار ہونا پڑا ہے۔ گو سادہ لوح انسانوں کے سامنے ان نادانیوں، سبک مغزیوں کو دانائیوں، دانش کے لباس میں پیش کیا گیا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک وقت آئے گا جب یہ جھول اتر حقیقت اصلی چہرے کے ساتھ بے نقاب ہوگی۔

زبان کی تحقیق کے سلسلے میں علم الالسنہ کے ان محققین نے جو خدا اور اس کی قدرت حکمت سے دامن کش ہوکر تحقیق کرنا چاہتے ہیں، جب اپنی تحقیقات واکتشافات کا اظہا ہے تو وہ ایسے مضحکہ خیز نظریات کی شکل میں ہمارے سامنے آئے ہیں کہ "خندۂ زیر لب" ان کا استقبال کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک ماہرین علم الالسنہ "(فیلالوجی) کی تحقیقات کا تع وہ زبان کی پیدائش کے بارے میں تین نظریات رکھتے ہیں، جن میں بعض کا تعلق اصو سے بعض کا اشارات سے ہے۔ یا تصادم اشیاء کی گونجوں سے زبان معرض اظہار میں ہے، جن کو اصطلاحاً (۱) باؤ واؤ تھیوری (نظریۂ عف عف) (۲) پوپو تھیوری (نظ اح) اور (۳) ڈانگ ڈانگ تھیوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

باؤ واؤ تھیوری کا مطلب ہے کہ انسان بھی دیگر جانوروں (مثلاً کتے) کی طرح مخ آوازوں سے اظہار مطلب کرتا تھا چونکہ انسان کے آلاتِ اصوات دیگر حیوانات مقابلے میں مختلف آوازیں نکالنے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اس نے آوازوں کے ذریعہ مختلف منصوبوں کے اظہار کے لیے طرح طرح کے الفاظ پیدا کردیئے نظریہ کے قریب نظریۂ صوتیہ (آنومیٹوپوئٹک) ہے کہ انسان نے طبعی آوازوں کی سے الفاظ تجویز کیے ہیں۔

بو بو تھیوری سے مراد یہ ہے کہ مختلف جذباتِ انسانی کا اظہار قدرتاً مختلف آوازوں سے ہوتا ہے، اس لیے وہ الفاظ بیساختہ فطرت انسانی سے صادر ہوئے، رفتہ رفتہ زبان عالم وجود میں آئی۔

تیسری ڈانگ ڈانگ تھیوری کا اصول یہ ہے کہ ایک چیز سے مختلف معدنیات و جمادات وغیرہ پر ضرب لگائی جائے تو اس چوٹ سے گوناگوں آوازیں پیدا ہو کر فضا میں ارتعاش پیدا کرتی ہیں، یہی کیفیت انسانی دماغ کی ہے، اس پر مختلف بیرونی تأثرات کے تصادمات سے نوع بنوع کی گونجیں سامعہ نواز ہوئیں، انھوں نے رفتہ رفتہ الفاظ بن کر زبان کا لباس پہن لیا۔

ان تمام خیالات و نظریات کی بنیاد اس باطل نظریے پر ہے کہ انسان نے قدرت کی فیاضیوں سے اکتساب کیے بغیر خود بخود زبان کو منصۂ ایجاد پر جلوہ گر کر لیا جس طرح کہ وہ اپنے آپ فطرت میمونی سے ارتقاء پذیر ہو کر قالبِ انسانی میں ڈھل گیا یا خود حیات اس وسیع کائنات میں کہیں سے بھٹک کر آموجود ہوئی، معاذ اللہ۔

یہ ہماری جدید سائنس کی قدیم شعبدہ طرازیاں ہیں، جو اٹھارہویں، انیسویں صدی تک ذہن انسانی کو حیرت زدہ بناتی رہیں اور صحیح افکار و خیالات کو خلط ملط کر کے انسان کے دماغ سے کھیلتی رہیں۔ لیکن اب بیسویں صدی کی سائنس نے اپنے دائرہ عمل کو محبوس کر لیا ہے اور فکر و نظر کی دُنیا میں قدم رکھنے سے محتاط رہتی ہے۔ تجربات و مشاہدات آگے بڑھ کر نظریاتی دنیا میں (جہاں سے فلسفہ کی سرحد شروع ہو جاتی ہے) خود کو پہنچانے سے باز رکھتی ہے۔

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں انسان مبدأ فیاض کی فیض بخشیوں سے رہین منت ہوئے بغیر جب بھی مسائلِ حیات و کائنات کے معمہ کو حل کرنے کی کوشش کرے گا تو حقیقت کی گتھی کو سلجھانے کے بجائے اور اُلجھاتا جائے گا۔

مسلسل